



إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهَتَّدِينَ

ہیش تھا رب ہی خوب جانتا ہے انکو بھی جو بھک گئے اسکی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے انکو بھی جو راہ راست پر ہیں۔

تفسیر ابن کثیر

علامہ عمال الدین ابن کثیر

مترجم

مولانا محمد صاحب جونا گڑھی

الْقَلْمَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَ وَالْقَلْمَ وَمَا يَسْطَرُونَ (١)

ان اور قلم بے قلم کی اور اسکی جو کچھ کہ وہ (فرشتے) لکھتے ہیں۔

ن ...

ن کا مفہوم:

ن جیسے حرفاً بجا کا منتقل ہیاں سورہ بقرہ کے شروع میں گزر چکا ہے اس لئے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

ابن عساکر کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو بیدار کیا پھر ان یعنی دوات کو پھر قلم سے فرمایا لکھ لے! اس نے پوچھا کیا؟ فرمایا جو ہر ہا ہے اور جو ہونے والا ہے عمل رزق عمر موت وغیرہ۔ پھر قلم نے سب کچھ لکھ لیا۔ یہی مراد ہے اس آیت میں۔

پھر قلم پر میر لگا دی۔ اب وہ قیامت تک نہ چلے گا۔ پھر عقول کو پیدا کیا اور فرمایا مجھے اپنی حرمت کی قسم اپنے دوستوں میں تو میں تجھے کمال تک پہنچاؤں گا اور اپنے دشمنوں میں تجھے ناقص رکھوں گا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یعنی دوست کو پیدا کیا اور قلم کو پیدا کیا، پھر فرمایا اللہ! اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا جو قیامت تک ہونے والا ہے اعمال خواہ نیک ہوں خواہ بذریعہ خواہ حالاً ہو خواہ حرام پھر یہ بھی کہ کوئی چیز دنیا میں کب جائے گی، کس قدر رہے گی، کیسے لکھے گی؟

پھر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر مخالف فرشتے مقرر کئے اور کتاب پر داروں نے مقرر کئے۔ مخالف فرشتے ہر دن کے عمل خازن فرشتوں سے دریافت کر کے لکھ لیتے ہیں۔ جب رزق ختم ہو جاتا ہے عمر پوری ہو جاتی ہے امّل ۲۰ پہنچتی ہے تو مخالف فرشتے داروں کے فرشتوں کے پاس آ کر پوچھتے ہیں کہ یہاں آنے کے دن کیا سامان ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ بس اس شخص کے لئے ہمارے پاس اب کچھ بھی نہیں رہا۔ یہاں کرفشتے یہ پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ مر گیا۔

... وَالْقَلْمَ ...

قلم کا ذکر:

بظاہر مراد یہاں عام قلم ہے جس سے لکھا جاتا ہے، بیسے اور جگہ فرمان عالی شان ہے:

الذی عَلِمَ بِالْقَلْمَ (۹۶:۴)

اللہ تعالیٰ نے قلم سے لکھنا سکھایا۔

پس اسکی قسم کھا کر اس بات پر آگاہی کی جاتی ہے کہ خلق پر میری ایک نعمت یہ بھی ہے کہ میں نے انہیں لکھنا سکھایا جس سے علوم تک اسکی رسائی ہو سکتے۔

... وَمَا يَسْطُرُونَ

اسی لئے اسکے بعد فرمایا و ما يسطرون یعنی اس جیز کی قسم جو لکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے اسکی تفسیر یہ بھی مروی ہے کہ اس جیز کی جو جانتے ہیں۔

سدیؒ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے فرشتوں کا لکھنا ہے جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں۔

اور مفسرین کہتے ہیں کہ مراد اس سے وہ قلم ہے جو قدرتی طور پر چلا اور اللہ تیریں لکھیں۔ آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے اور اس قول کی دلیل میں یہ جماعت وہ حدیثیں بیان کرتی ہے جو قلم کے ذکر میں مروی ہیں۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے ذکر لکھا گیا۔

مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ (۲)

تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے۔

وَإِنَّ لَكَ لَأْجُرًا غَيْرَ مَمْتُونٍ (۳)
بے شک تیرے لئے بے انتہا ثواب ہے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ (۴)
اور بے شک تو بہت بڑے (عمر) اخلاق پر ہے۔

الله تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! تو بحمد اللہ دیوان نہیں جیسے کہ تیری قوم کے جاہل مذکورین حق کرتے ہیں بلکہ تیرے لئے اجر عظیم ہے اور ثواب بے پایاں ہے۔ جو نہ صنم ہونہ تو نے نہ کئے کیونکہ لانے حق رسالت ادا کر دیا ہے اور ہماری راہ میں سخت سخت مصیبیں جھیلی ہیں ہم تجھے بے حساب بدلو دیں گے تو بہت بڑے خلق پر ہے یعنی دین اسلام پر اور بہترین ادب پر ہے۔

اخلاق نبویؐ کے چند واقعات:

حضرت عائشؓ سے اخلاق نبویؐ کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ جواب دیتی ہیں کہ آپ کا خلق قرآن تھا۔ سعیدؑ فرماتے ہیں، یعنی جیسے کہ قرآن میں ہے۔

دوسری حدیث میں ہے صدیقؓ نے پوچھا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ سائل حضرت سعید بن ہشامؑ نے کہا ہاں پڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا بس تو آپ کا خلق قرآن کریم تھا۔

مسلم میں یہ حدیث پوری پوری ہے جسے ہم سورہ مزمل کی تفسیر میں بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہوساد کے ایک شخص نے حضرت عائشؓ سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے یہی فرمایا کہ پھرآیت و انک لعلی خلق عظیم تلاوت فرمائی۔ اس نے کہا کوئی ایک آدھ واقع تو بیان کیجئے۔ تو حضرت عائشؓ نے فرمایا کہ سنو۔

ایک مرتبہ میں نے یہی آپؐ کے لئے کھانا پکایا اور حضرت حضؓ نے بھی میں نے اپنی لوڈنگ سے کھا کر دیکھا اگر میرے کھانے سے پہلے حضرت حضؓ کے ہاں کا کھانا آجائے تو گراوینا۔ چنانچہ اس نے یہی کیا اور برلن بھی لوٹ گیا جسوراً کرم بکھرے ہوئے کھانے کو سینئنے لگے اور فرمایا اس برلن کے بد لے تاہم برلن تم دو واللہ اور کچھ دیباخدا نہیں۔ مسند احمد

مطلوب اس حدیث کا جو کئی طریق سے مختلف الفاظ میں کئی کتابوں میں ہے یہ ہے کہ ایک تو آپؐ کی جہلت اور پیدائش میں ہی اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ اخلاق بہترین خصلتیں اور پاکیزہ عاداتیں رکھی تھیں تو اس طرح آپؐ کا عالم قریم پر ایسا تھا کہ کویا احکام قرآن کا جسم عملی نہ ہو آپؐ ہیں ہر حکم کو بجا لانے اور ہر نبی سے رک جانے میں آپؐ کی حالت یقینی کہ کویا قرآن میں جو کچھ ہے وہ آپؐ کی عاتوں اور آپؐ کے کریمانہ اخلاق کا بیان ہی ہے۔

حضرت انسؑ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کی دس سال تک خدمت کی لیکن کسی دن اُف تک نہیں فرمایا۔ کسی کرنے کے کام کو نہ کرو یا نہ کرنے کے کام کو کر گزوں تو بھی ذات و پوت تو گھا اتنا بھی نہ فرماتے کہ ایسا کیوں ہوا۔

حضور اکرم سب سے زیادہ خوش خلق تھے، آپ کی پتیلی سے زیادہ نرم ناقریشم ہے نہ کوئی اور چیز۔ حضور اکرم کے پیشے سے زیادہ خوبیو والی چیز میں نے تو کوئی نہیں سمجھی نہ ملک اور نہ عطر۔ بخاری و مسلم

سچ بخاری میں ہے کہ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ خلیق تھے۔ آپؐ کا قد نہ تو ہست لاجا تھا نہ آپؐ پست قامت تھے۔ اس بارے میں اور بھی ہست سی حدیثیں ہیں۔

شامل ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے باتخوا سے نہ تو کبھی کسی خادم یا غلام کو مارا نہ یہوی بچوں کو نہ کسی اور کوہاں اللہ تعالیٰ کی راہ کا جواہر لگ چیز ہے۔ جب کبھی دو کاموں میں آپؐ کو احتیار دیا جاتا تو آپؐ اسے پسند فرماتے جو زیادہ آسان ہوتا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اس میں کچھ گناہ ہوتا تو آپؐ اس سے دور ہو جاتے۔ کبھی بھی حضور اکرم نے اپنا بدلكسی سے نہیں لیا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی اللہ کی حرمتوں کو توزتا ہوتا تو آپؐ اللہ تعالیٰ کے احکام جاری کرنے کے لئے ضرور انتقام لیتے۔

مند احمد میں ہے کہ حضور اکرم ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّمَا بُعْثَثُ لِأَنَّمَّ صَالِحَ الْأَخْلَاقَ

میں بہترین اخلاق اور پاکیزہ ترین عادتوں کو پورا کرنے کے لئے آیا ہوں۔

فَسَبَّصِرُ وَيَبْصِرُونَ (۵)

پس اب تو بھی دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے۔

بَأَيْكُمُ الْمَفْتُونُ (۶)

کہ تم میں سے کون مجرمان ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! آپؐ اور آپؐ کے مخالف اور مکرا بھی ابھی جان لیں گے کہ دراصل بہکا ہوا اور گمراہ کون تھا؟ جیسے اور جگہ ہے:

سَيَعْلَمُونَ عَدًا مِنَ الْكَدَابِ الْأَشِرِ (54:26)

انہیں ابھی کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا اور شنی باز شراری کون تھا؟

جیسے اور جگہ ہے:

وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَى هُدَى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (34:24)

تم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی پر۔

بِأَيْمَكُ الْمَفْتُونُ

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یعنی یہ حقیقت قیامت کے دن کھل جائے گی۔
آپ سے مروی ہے کہ مفتون مجنون (دیوانے) کو کہتے ہیں۔
مجاہد کا بھی سبھی قول ہے۔

قادة فرماتے ہیں یعنی کون شیطان سے نزدیک تر ہے؟
مفتون کے ظاہری معنے یہ ہیں کہ جو حق سے بہک جائے اور گمراہ ہو جائے۔

ایکم پرب کو اس لئے داخل کیا گیا ہے کہ دلالت ہو جائے کہ فستبصرو بیصرؤن میں تغمیں فعل ہے تو تقدیری عبارت کو
ملا کر ترجمہ یوں ہو جائے گا:
تو بھی اور وہ بھی غفریب جان لیں گے اور تو بھی اور وہ سب بھی بہت جلدی مفتون کی خبر دیں گے و اللہ اعلم۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ...

بے شک تیرارب اپنی راہ سے بیکنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (۷)

اور وہ راہ یا فتنہ لوگوں کو بھی بخوبی جانتا ہے۔

الله تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے بیکنے والے اور راہ راست والے سب اللہ تعالیٰ پر ظاہر ہیں اسے خوب معلوم ہے کہ راہ راست
سے کس کا قدم پھسل گیا ہے۔

برے اخلاق کی تفصیلی مذمت:

فَلَا تُطِعُ الْمُكَذِّبِينَ (۸)

پس تو حجلا نے والوں کی نہ مان۔

وَدُّوا لِوْلُدُهُنْ فِيْدِهُونَ (۹)

وہ تو چاہتے ہیں کہ تو ذرا ذہیلا ہو تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔

الله تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے نبی جو نعمتیں ہم نے تجھے دیں جو صراط مستقیم اور علیق عظیم ہم نے تجھے عطا فرمایا اب تجھے
چاہتے ہے کہ ہماری نہ مانے والوں کی تو نہ مان، اگر تو عین خوشی ہے کہ آپ ذرا بھی نرم پڑیں تو یہ کھل بھیلیں۔

اور یہ بھی مطلب ہے:

یہ چاہتے ہیں کہ آپ انکے معبود ان باطل کی طرف کچھ تو رخ کریں حق سے ذرا ساتوا دھر ادھر ہو جائیں۔

وَلَا نُطْعِنُ كُلَّ حَلَافٍ مَّهِينٍ (۱۰)

اور تو کسی ایے شخص کا بھی کہانہ مانا جوز یادہ فتنمیں کھانے والا بے وقار کہیں۔

فرماتا ہے کہ زیادہ فتنمیں کھانے والے کہیئے شخص کی بھی نہ مان۔ چونکہ جو لوٹے شخص کو اپنی ذلت اور کذب بیانی کے ظاہر ہو جانے کا ذرر رہتا ہے اس لئے وہ فتنمیں کھا کھا کر دوسرا کو اپنا یقین دلانا چاہتا ہے۔ وہ صادھب قسموں پر فتنمیں کھانے چلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ناموں کو بے موقع استعمال کرتا پھرتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مہین سے مراد کاذب ہے۔

مجاہدؒ کہتے ہیں ضعیف دل والا۔

هَمَازْ مَشَاءِ يَنْمِيمِ (۱۱)

عَيْبُ كُوْچِفْلُ خُورُ

حسنؑ کہتے ہیں حلاف رکابرہ کرنے والا اور مہین ضعیف کزرو اور هماز غبیث کرنے والا چفیل خور جو ادھر کی ادھر گائے اور ادھر کی ادھر تاکہ فساد ہو جائے۔ طبیعتوں میں بل اور دل میں ہی رہا جائے۔

حدیث میں ہے کہ حضور پاکؐ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتُ

چفیل خور جنت میں نہ جائے گا۔ مند

رسول اللہؐ کے راستے میں واقریں آنکھیں آپؐ نے فرمایا:

إِنَّهُمَا لِيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ،

أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَئْرِ منَ الْبُولِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِاللَّمِيمَةِ

ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے امر پر نہیں ایک تو پیشا ب کرنے میں پر دے کا خیال نہ رکھتا تھا۔ اور دوسرا چفیل خور تھا۔ بخاری و مسلم

مسند احمدؒ کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں دبتاؤں کرتم میں سب سے بھلا شخص کون ہے؟

لوگوں نے کہا ضرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا:

وَهُوَ كُوْجُبُ اُنْبِيَسْ دِيكْهَا جَاءَ اللَّهُ يَا وَآجَاءَ

اور سن لو سب سے بدتر شخص وہ ہے جو چفیل خور ہو دوستوں میں فساد لوانے والا ہو پاک صاف لوگوں کو تہمت لگانے والا ہو۔

ترمذی میں بھی یہ روایت۔

مَنَاعٌ لِلْخَيْرِ مُعْتَدِلٌ زَنِيمٌ (۱۲)

بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھ بڑھ جانے والا گہرگار۔

عُثْلٌ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ (۱۳)

گردن کش پھر ساتھ می مشہور و بد نام ہو۔

پھر ان بد لوگوں کے ناپاک خصائص بیان ہو رہے ہیں کہ بھلائیوں سے باز رہنے والا اور باز رکھنے والا ہے حلال چیزوں اور حلال کاموں سے بہت کر حرام خوری اور حرام کاری میں پڑتا ہے، جنہیں زبد کردار محروم کو استعمال کرنے والا بد خوب کو جمع کرنے والا اور نہ دینے والا۔

مند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا:

أَلَا أَنْبَئُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُّتَضَعِّفٍ لَوْ أَفْسَمَ عَلَى اللَّهِ لِلْأَبْرَةِ.

أَلَا أَنْبَئُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُثْلٌ جَوَاطِيْ مُسْتَكْبِرٌ

جنی لوگ گرے پڑے عاجز و ضعیف ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس بلند مرتبہ پر ہیں کہ اگر وہ قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ پوری کروئے اور جنہی لوگ سرکش متکبر اور خود میں ہوتے ہیں۔

عُثْلٌ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ

اور حدیث میں ہے کہ جمع کرنے والے اور نہ دینے والے بد کو اور سخت خلق۔

ایک اور روایت میں کہ حضور اکرمؐ سے پوچھا گیا علی زنیم کون ہے؟ فرمایا:

بِخُلُقِ خُوبِ كَحَانَةِ پَيْنَةِ وَالْأَلْوَكُونِ پَرْ ظُلْمَ كَرَنَةِ وَالْأَنْبَيْذَادِيَّةِ۔

لیکن اس روایت کو اکثر راویوں نے مرسلاً بیان کیا۔

اور حدیث میں ہے اس نالائق شخص پر آسان روتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تند رستی دی پیسے بھر کھانے کو دیا مال و جاہ بھی عطا فرمائی پھر بھی لوگوں پر ظلم و ستم کر رہا ہے۔

یہ حدیث بھی دو مرسل طریقوں سے مروی ہے۔

غرض عتل کہتے ہیں جس کا بدن صحیح ہو طاقتور ہو اور خوب کھانے پینے والا زور دار شخص ہو۔

زنیم کا مفہوم:

زنیم سے مراد بد نام ہے جو برائی میں مشہور ہو۔ افت عربی میں زنیم اسے کہتے ہیں جو کسی قوم میں سمجھا جاتا ہو لیکن دراصل اس کا نہ ہو عرب شاعروں نے اسے اسی معنی میں باندھا ہے، یعنی جس کا انب صحیح نہ ہو۔

کہا گیا ہے کہ مراد اس سے انہیں بن شریعتی تلقنی ہے جو نور زہر کا حلیف تھا۔ اور بعض کہتے ہیں یہ اسود ہن عبد لیغوث زہری ہے۔
عکرمہ غفاری تے ہیں ولد الرنا مراد ہے۔

یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جس طرح ایک بکری جو تمام بکریوں میں سے الگ تھا اپنا چراہا کان اپنی گردن پر لکھنے ہوئے ہوتا وہ ایک نگاہ میں پچان لی جاتی ہے اسی طرح کافر مونوں میں پچان لیا جاتا ہے۔

اسی طرح اور بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن خلاصہ سب کا صرف اس قدر ہے کہ زین وہ شخص ہے جو برائی سے مشہور ہوا اور عموماً یہ لوگ اور ادھر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جنکے صحیح نسب کا اور حقیقی باپ کا پتہ نہیں ہوتا ایسے لوگوں پر شیطان کا غالب بہت زیادہ رہا کرتا ہے۔

ان کانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ (۱۴)

اسکی سرکشی صرف اس لئے ہے کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے۔

إِذَا ثَنَّى عَلَيْهِ آيَاثًا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأُولَئِينَ (۱۵)

جب اسکے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جا رہی ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ یہ تو انکوں کے قصے ہیں۔

ارشاد فرمایا اس کی ان شرارتیوں کی وجہ یہ ہے کہ یہ مالدار اور بیٹوں کا باپ بن گیا ہے۔ ہماری اس نعمت کا گنگانا تو کہاں ہماری آیتوں کو جھپٹاتا ہے اور تو ہیں کر کے کہتا پھرتا ہے کہ یہ تو پرانے افسانے ہیں۔

اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ذُرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا - وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا - وَبَنِينَ شَهُودًا - وَمَهَدَّتُ لَهُ ثَمْهِيدًا -
ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ - كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لَآيَتِنَا عَنِيدًا - سَأْرُهُقَةٌ صَعُودًا -

مجھے چھوڑ دے اور اسے جسے میں نے کیا وہ تباہ کیا ہے اور بہت سماں دیا ہے اور حاضر باش لا کے دیجے ہیں۔ اور بھی بہت کشاوش دے رکھی ہے پھر بھی اسکی طبع ہے کہ میں اسے اور دوں۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ تو میری آیتوں کا مخالف ہے۔ میں اسے غفریب مصیبت میں ڈالوں گا۔

إِنَّهُ فَكَرَ وَقَدَرَ - فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَرَ - ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَرَ - ثُمَّ نَظَرَ - ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ -
ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكَبَرَ - فَقَالَ إِنْ هَذَا إِلَّا سَحْرٌ يُؤْثِرُ - إِنْ هَذَا إِلَّا قُولُ الْبَشَرِ - سَاصْلِيَّهُ سَقَرَ -

اس نے غور و فکر کے اندازہ لگایا یہ تباہ ہو کئی بری تجویز اس نے سوچی میں پھر کہتا ہوں یہ برباد ہواں نے کیسی بری تجویز کی، اس نے پھر نظر روانی اور ترش روکر منہ نالیا پھر منہ پھیر کر انتہی نگاہ اور کہہ دیا کہ یہ کلام اللہ تو پر ان انش کیا ہوا جادو ہے صاف ظاہر ہے کہ یہ انسانی کلام ہے اسکی اس بات یہ میں بھی اسے دوڑخ میں ڈالوں گا۔

وَمَا أَذْرَاكَ مَا سَقَرُ ۖ لَا تُبْقِي وَلَا تُنْدِرُ ۖ لَوَاحَةُ الْبَشَرِ ۖ عَلَيْهَا تِسْعَةُ عَشْرَ (30:11-74)

تجھے کیا معلوم وزخ کیا ہے؟ نہ وہ اسکی کوہاتی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے پہنچے پر لپٹ جاتی ہے اس پر انہیں فرشتے
معین ہیں۔

سَسْنِمَةُ عَلَى الْخُرْطُومِ (١٦) ہم بھی اسکی ناک پر داش دیں گے۔

اسی طرح یہاں بھی فرمایا کہ اسکی ناک پر ہم داش لگائیں گے یعنی اسے ہم اس قدر رسوایکیں گے کہ اسکی براتی کسی پر پوشیدہ نہ
رہے گی۔ ہر ایک اسے جان پہچان لے گا جیسے نشاندار ناک والے کو ایک نگاہ میں ہزاروں آدمیوں میں لوگ پہچان لیتے ہیں اور
جو داش چھپائے گا تو چھپ نہ سکے گا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ بدروالے دن اسکی ناک پر تلوار لگے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت والے دن جہنم کی مہر لگے گی یعنی
منہ کا لاگر دیا جائے گا۔ تو ناک سے مراد پورا چہرہ ہوا۔

امام ابو جعفر اہن جریئے ان تمام اتوال کو نقل کر کے فرمایا ہے کہ ان سب میں تطبیق اس طرح ہو جاتی ہے کہ یہ تمام امور اس
میں ہو جائیں گے۔ یہ بھی ہو گا اور وہ بھی ہو گا، وہی میں بھی رسول ہو گا، اسی وجہ ناک پر نشان لگے گا۔ آخرت میں بھی نشاندار مجرم
جنے گا۔ فی الواقع یہ ہے بھی بہت درست۔

ابن ابی حاتم میں فرمان رسول ہے:

بندہ ہزار بابر س تک اللہ تعالیٰ کے ہاں موسیٰ لکھا رہتا ہے لیکن مرتا اس حالت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر نار اش ہوتا ہے اور
بندہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کا فریضہ ہا سال تک لکھا رہتا ہے پھر مرتے وقت اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جاتا ہے۔

بوٹھن عیب کوئی اور چھل کی حالت میں مرے گا اور جو لوگوں کو پدنام کرنے والا ہو گا تو قیامت کے دن اسکی ناک پر دنوں
ہونوں کی طرف نشان لگا دیا جائے گا جو اس مجرم کی علامت ہن جائے گا۔

باغ والوں کا تفصیلی واقع:

یہاں ان کا فروں کی جو حضور اکرمؐ کی نبوت کو جھلا رہے تھے کی مثال بیان ہو رہی ہے کہ جو طرح یہ باغ والے تھے کہ اللہ تعالیٰ
کی نعمت کی ناطھبری کی اور اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں اپنے ۲ پ کوڈاں دیا۔ یہی حالت ان کا فروں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت
یعنی حضور اکرمؐ کی ناطھبری کی ناطھبری یعنی انکار نے انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی ناراٹگی کا مستحق کر دیا ہے۔

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ ...

بے شک ہم نے انہیں اسی طرح ۲ زمالي جس طرح ہم نے باغ والوں کو ۲ زمالي تھا،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں بھی آزمایا جس طرح ہم نے باش والوں کو آزمایا تھا۔ جس باش میں طرح طرح کے پھل میوے وغیرہ تھے۔

إِذْ أَفْسَمُوا لِيَصْرُمُنَّهَا مُصْبِحِينَ (۱۷)

جبکہ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ صح ہوتے ہی اس باش کے پھل اتار لیں گے

وَلَا يَسْتَثْثُونَ (۱۸)

اور ان شاء اللہ تعالیٰ نہ کہا۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَافِّ مِنْ رَبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ (۱۹)

پس اس پر تیرے رب کی جانب سے ایک بلا چاروں طرف گھوم گئی اور یہ سوہی رہے تھے۔

فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرَيمِ (۲۰)

پس وہ باش ایسا ہو گیا جیسے کھٹنی ہوئی کھیتی۔

ان لوگوں نے اپس میں قسمیں کھائیں کہ صح سے پہلے ہی پہلے رات کے وقت پھل اتار لیں گے تاکہ فقیروں مسکینوں اور ساکنوں کو پہنچنے پڑے جو وہ آکھڑے ہوں اور ہمیں انکو بھی دینا پڑے بلکہ تمام پھل اور میوے خود ہی لے آئیں گے۔ اپنی اس تدبیر کی کامیابی یہ انہیں غرور تھا اور اس خوشی میں پچولے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو بھی بھول گئے ان شاء اللہ تک کسی کی زبان سے نہ نکلا۔ اس نے اگری یہ قسم پوری نہ ہوئی رات ہی رات میں انکے پیچنے سے پہلے آسمانی آفت نے سارے باش کو جلا کر غاکتر کر دیا۔ ایسا ہو گیا جیسے سیاہ رات اور کتنی ہوئی کھیتی۔

اسی لئے حضور اکرم ارشاد فرماتے ہیں:

لوگوں گناہوں سے پچھنچنا ہوں کی شامت کی وجہ سے انسان اس روزی سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے جو اس کے لئے تیار کر دی گئی ہے پھر ان دونوں آجیوں کی تلاوت کی کہ یہ لوگ پس سبب اپنے گناہ کے اپنے باش کے پھل اور انکی پیداوار سے بے نصیب ہو گئے۔ اب انہی حاتم

فَتَنَادَوَا مُصْبِحِينَ (۲۱)

صح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں۔

أَنْ اغْدُوا عَلَى حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْثُمْ صَارِمِينَ (۲۲)

کہ اگر تمہیں پھل اتار نے جیس تو اپنی کھیتی پر سوریے ہی سوریے پھل پڑاو۔

صح کے وقت یہ اپس میں ایک دوسرے کو طعنے دینے لگے کہ اگر پھل اتار نے کارادہ ہے تو اب دیرنہ لگا تو سوریے ہی چل پڑاو۔
حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ باش انگور کا تھا۔

فَانْطَلُقُوا وَهُمْ يَتَخَافِثُونَ (۲۳)

پھر یہ سب چکے چکے یہ باتیں کرتے ہوئے چلے۔

أَن لَا يَدْخُلُنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مَسْكِينٌ (۲۴)

کہ اج کے دن کوئی مسکین تمہارے پاس نہ آئے۔

اب یہ چکے چکے باتیں کرتے ہوئے چلتا کہ کوئی سن نہ لے اور غریب غرباء کو پتہ نہ لگ جائے چونکہ انکی سرگوشیاں اس اللہ تعالیٰ سے تو پوچیدہ نہیں رہ سکتی تھیں جو دلی ارادوں سے بھی پوری طرح واقف رہتا ہے۔ وہ بیان فرماتا ہے کہ انکی وہ تھیہ باتیں یہ تھیں کہ دیکھو ہوشیار ہو کوئی مسکین بھٹک پا کر کہیں آج نہ آ جائے ہرگز اسی فتنہ کو باش میں گھسنے ہی نہ دینا۔

وَعَدُوا عَلَى حَرْدٍ قَادِرِينَ (۲۵)

اور اپنے ہوئے صحیح پتختی گئے سمجھ رہے تھے کہ ہم قابو پا گئے۔

فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لِضَالُوْنَ (۲۶)

جب انہوں نے باع کو دیکھا تو کہنے لگے یقیناً ہم راستہ بھول گئے۔

اب قوت و شدت کے ساتھ پختہ ارادے اور غریبوں پر غصے کے ساتھ اپنے باع کو چلے۔ یہ جانتے تھے کہ اب ہم چالوں پر قابض ہیں ابھی اتار کر سب لے آئیں گے۔ لیکن جب وہاں پتختی تو کہنے لگے ہو گئے۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ (۲۷)

نہیں نہیں بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔

دیکھتے ہیں کہ لہلہتا ہوا ہر ابڑا باع میدوں سے لدے ہوئے درخت اور پکے ہوئے پھل سب غارت اور بر باد ہو چکے ہیں۔ سارے باع میں آندھی پھر گئی ہے اور تمام باع میدوں سمیت جل کر کوئی ہو گیا ہے کوئی پھل آؤ ہے وہام کا بھی نہیں رہا ساری تزوہ تازگی پوست (خشکی) سے بدل گئی ہے۔ باع سارے کا سارا جل کر را کہ ہو گیا ہے درختوں کے کالے کالے ذرا و نے خندک کھڑے ہوئے ہیں۔

فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لِضَالُوْنَ

پہلے تو سمجھ کر ہم راستہ بھول گئے کسی اور باع میں چلے آئے اور مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا طریقہ کا رغماً طریقہ کا یہ تیجہ ہے۔ پھر بغور دیکھنے سے جب یہ یقین ہو گیا کہ باع تو ہمارا ہی ہے جب سمجھ گئے اور کہنے لگے ہے تو یہی لیکن ہم بد قسمت ہیں ہمارے نصیب میں ہی اسکا پھل اور فائدہ نہیں۔

قالَ أُوْسَطُهُمْ أَلْمُ أَقْلَ لَكُمْ لَوْلَا شَبَّحُونَ (٢٨)

ان سب میں جو بہتر تھا اس نے کہا کہ میں تم سے نہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کیوں نہیں بیان کرتے ؟

ان سب میں جو عدل و انصاف والا اور بھائی اور بہتری والا تھا وہ بول پڑا کہ دیکھو میں تو پہلے ہی تم سے کہتا تھا کہ تم انساء اللہ کیوں نہیں کہتے۔

سدی فرماتے ہیں کہ انکے زمانے میں سجان اللہ کہنا بھی انساء اللہ کہنے کے قائم مقام تھا۔ امام ابن حجر افرما تے ہیں کہ اسکے معنی ہی انساء اللہ کہنے کے ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انکے بہتر شخص نے ان سے کہا کہ دیکھو میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم کیوں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور اسکی حمد و شان نہیں کرتے ؟

فَأَلُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ (٢٩)

تو سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بے شک ہم ہی ظالم تھے۔

یہ سن کر اب وہ کہنے لگے کہ ہمارا رب پاک ہے۔ بے شک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَلَوَّمُونَ (٣٠)

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے اپس میں ملامت کرنے لگے۔

فَأَلُوا يَا وَيْلُنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِيْنَ (٣١)

کہنے لگے ہم افسوس یقیناً ہم سرکش تھے۔

اب اطاعت بجالے جب کہ عذاب بھئی چکا اب اپنی تفصیر کو مانا جب سزادے دی گئی، اب تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہم نے بہت ہی برا کیا کہ مسکینوں کا حق مارنا چاہا اور اللہ تعالیٰ کی فرماس برداری سے رک گئے۔ پھر بھی نے کہا کہ کوئی شک نہیں ہماری سرکشی حد سے بڑھ گئی اسی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا۔

عَسَى رَبُّنَا أَنْ يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِنْهَا إِنَّا إِلَى رَبِّنَا رَاغِبُونَ (٣٢)

کیا عجب ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدل دے دے ہم تو اب اپنے رب سے ہی آرزو رکھتے ہیں۔

پھر کہتے ہیں شاید ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدل دے لیجئی دنیا میں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخرت کے خیال سے انہوں نے یہ کہا ہو و اللہ اعلم۔

كَذَلِكَ الْعَذَابُ ...

يُوْلَى هِيَ آتٍ هِيَ آفٍ

وَلَعْنَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (٣٣)

اور آخرت کی افت بہت بڑی ہے کاش انہیں سمجھ ہوتی۔

فرمایا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے حکموں کا خلاف کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں بخل کرے اور مسکینوں محتاجوں کا حق ادا نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشری کرے اس پر اس طرح کے عذاب نازل ہوتے ہیں اور یہ تو دنیوی عذاب ہیں آخرت کے عذاب تو ابھی باقی ہیں جوخت تر اور بدتر ہیں۔

نیک اور گنہگار برابر نہ ہو نگلے:

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْ رَبِّهِمْ جَنَاحَاتِ التَّعْيِمِ (٣٤)

پر ہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی چنتیں ہیں۔

اوپر چونکہ دنیوی جنت والوں کا حال بیان ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اسکے حکم کے خلاف کرنے سے ان پر جو بلاء اور آفت آتی اسکا ذکر ہوا تھا اس لئے اب ان متنی پر ہیزگار لوگوں کا حال ذکر کیا گیا جنہیں آخرت میں چنتیں ملیں گی جن کی نعمتیں نہ فنا ہوں گی نہ گھٹیں گی نہ ثتم ہوں گی نہ سریں گی نہ گلیں گی۔

أَفَنْجُلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ (٣٥)

کیا ہم مسلمانوں کو مثل گنہگاروں کے کرویں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمان اور گنہگار جزا میں یکساں ہو جائیں؟

قسم ہے زمین و آسمان کے رب کی کہ یہ نہیں ہو سکتا۔

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (٣٦)

تمہیں کیا ہو گیا کیسے فیصلے کر رہے ہو؟

کیا ہو گیا ہے تم کس طرح یہ چاہتے ہو؟

أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ (٣٧)

کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جسے تم پڑھتے ہو؟

إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لِمَاءٍ يَتَخَرَّفُونَ (٣٨)

کہ اس میں تمہاری من مانی باتیں ہو؟

أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بِالْغَةٍ ...

يَا تَمْ سَهْمَ نَكَوَى إِسْمِي مَحَايَى بِيَّنَ ؟

إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّ لَكُمْ لَمَّا تَحْكُمُونَ (٣٩)

جو قیامت تک باقی رہیں کہ تمہارے لئے وہ سب ہے جو تم اپنی طرف سے مقرر کرو۔

کیا تمہارے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہوتی کوئی ایسی کتاب ہے خود تمہیں بھی محفوظ ہو اور انگوں کے ہاتھوں تم پچھلوں تک پہنچی ہو اور اس میں وہی ہو جو تمہاری چاہت ہے اور جو تم کہدے ہے ہو؟ یا یہاں کوئی مضمبوط وعدہ اور عہد تم سے ہے کہ تم جو کچھ کہدے ہو تو یہ ہو گا اور تمہاری یہ یہے جا اور فلک خواہیں پوری ہو کر ہی رہیں گی؟

سَلَّهُمْ أَيُّهُمْ بِذِلِكَ زَعِيمٌ (٤٠)

اَنْ سَے پوچھ تو کہ ان میں سے کون اس بات کا ذمہ دار اور دعویٰدار ہے؟

أَمْ لَهُمْ شُرُكَاءٌ ...

کیا انکے کوئی شریک ہیں؟

... فَلَيَأْتُوا بِشُرْكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ (٤١)

تو چاہئے کہ اپنے اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر یہ سچے ہیں۔

ان سے ذرا پوچھو تو کہ اس بات کا کون ضامن ہے اور کس کے ذمہ یہ کافالت ہے؟ نہ سبی تمہارے جو جھوٹے معبود ہیں ان ہی کو اپنی صحائی کے ثبوت میں پیش کرو۔

مجرم روز قیامت سجدہ نہ کر پائے گا:

اوپر چونکہ بیان ہوا تھا کہ پرہیزگار لوگوں کے لئے غمتوں والی جنتیں ہیں اس لئے بیہاں بیان ہوا ہے کہ یعنی انہیں کب ملیں گی؟

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنِ سَاقِ وَيَدِعُونَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيْعُونَ (٤٢)

جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور وہ سجدہ کے لئے باعث جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے۔

تو فرمایا کہ اس دن جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی یعنی قیامت کے دن جو دن بڑی ہونا کیوں والا زلزلوں والا امتحان والا اور آزمائش والا اور بڑے بڑے اہم اور کے ظاہر ہونے کا دن ہو گا۔

صحیح بخاری میں اس جگہ حضرت ابوسعید خدراوی کی یہ حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سافر ماتے تھے:

يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ، فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ، وَيَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَاءً
وَسُمْعَةً، فَيَدْهَبُ لِيَسْجُدَ، فَيَعُودُ ظَهْرُهُ طَبَقاً وَاحِدًا

ہمارا رب اپنی پنڈلی کھول دے گا۔ پس ہر مومن مردا و ہر مومن عورت سجدے میں گرپڑے گئی ہاں دنیا میں جو لوگ دکھانے شانے کے لئے سجدے کرتے تھے وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے۔ لیکن انکی کمر تختیہ کی طرح ہو جائیگی۔ یعنی سجدہ نہ کر سکیں گے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس یکشاف عن ساق (یعنی پنڈلی کے کھل جانے) سے مراد ہے کہ یہ دن تکلیف دکھدرہ اور شدت کا دن ہوگا جسکو یہاں محاورہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ابن جریر

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ گھری بہت سخت ہو گی۔ آپ فرماتے ہیں کہ امر بہت سخت بڑی گھبراہت والا اور ہولناک ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت امر کھول دیا جائے گا اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور یہ کھلنا ۲ خرست کا آ جانا ہے اور اس سے مراد کام کا کھل جانا ہے۔

یہ سب روایت ابن جریر میں ہے۔ اسکے بعد یہ حدیث ہے کہ نبی اکرم نے اسکی تفسیر میں فرمایا: مراد بہت بڑا نور ہے۔ لوگ اسکے سامنے سجدے میں گرپڑیں گے۔

سرکش نظریں نداخنا سکیں گے:

خَاشِعَةُ أَبْصَارُهُمْ تَرْهُفُهُمْ دِلَّةٌ ...

نگاہیں پنچی ہوں گی اور ان پر ذلت خواری چھارہ ہو گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کے دن ان لوگوں کی ۲ نکھیں اور پونہ نکھیں گی اور زلیل و پست ہو جائیں گے۔ کیونکہ دنیا میں بڑے سرکش اور بکروں غرور و اعلیٰ تھے۔

... وَقَدْ كَانُوا يُدْعَونَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ (۴۳)

حالانکہ یہ سجدے کے لئے اس وقت بھی بلاعے جاتے تھے جب کہ صحیح سالم تھے۔

حضرت اور سلامتی کی حالت میں دنیا میں جب انہیں سجدہ کے لئے بلاعہ جاتا تھا تو رک جاتے تھے جسکی سزا یہی کہ آج سجدہ کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کر سکتے۔ پہلے کر سکتے تھے مگر نہیں کر تے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی جگہ دیکھ کر مومن سب سجدے میں گرپڑیں گے لیکن کافروں مخالف سجدہ نہ کر سکیں گے کمر تختیہ ہو جائے گی جھکھی گی نہیں۔ بلکہ پیچھے کے مل چت گرپڑیں گے۔ یہاں بھی انکی حالت مومنوں کے خلاف تھی تو ہاں بھی خلاف ہی رہے گی۔

فَنُرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ ...

مجھے اور اس کلام کے جھلانے والے کو چھوڑ دئے

سَتَسْتَدْرُجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ (٤٤)

ہم انہیں اس طرح ۲۰ ہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو گا۔

فرمایا، مجھے اور میری اس حدیث یعنی قرآن کے جھلانے والوں کو تو چھوڑ دے۔ اس میں بڑی وعید ہے اور ختنہ ڈانٹ ہے کہ تو کھبر تو جا آپ ان سے نپٹ لوں گا۔ ویکھ تو کہی کہ کس طرح بذریعہ انہیں پکڑتا ہوں یا اپنی سرکشی اور غرور میں بڑھتے جائیں گے۔ میری ڈھیل کے راز کو نہ سمجھیں گے اور پھر ایک دم یہ پاپ کا گزرا ہا پھولے گا، اور میں اچاک انہیں پکڑ لوں گا، میں انہیں بڑھاتا رہوں گا۔ یہ بدست ہوتے چلے جائیں گے وہ اسے کرامت سمجھیں گے حالانکہ ہو گی وہ اہانت، بیسے اور جگہ ہے:

أَيَحْسِبُونَ أَنَّمَا نُمَدِّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ

سَارُعْ لِهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ (23:55,56)

کیا انکا گمان ہے کہ مال و اولاد کا بڑھنا ان کے لئے ہماری جانب سے کسی بھلاکی کی بنا پر ہے؟ نہیں بلکہ یہ بے شعور ہیں۔

اور جگہ فرمایا:

**فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكْرُوا بِهِ فَتَحَنَّا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرَحُوا بِمَا أُوتُوا أَخْذَنَهُمْ بَغْتَةً
فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ (6:44)**

جب یہ ہمارے وعظ و پند کو بھلا کچھ تو ہم نے ان پر تمام چیزوں کے دروازے کھول دیئے بیہاں تک کہ انہیں جو دیا گیا تھا اس پر اترانے لگے تو ہم نے انہیں ناگہانی پکڑ لیا اور انکی امیدیں منقطع ہو گئیں۔

وَأَمْلِي لِهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتَّيْنٌ (٤٥)

اور میں انہیں ڈھیل دوں گا میری تدبیر بڑی منطبق ہے۔

بیہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ میں انہیں ڈھیل دوں گا بڑھاؤں گا اور اونچا کروں گا، یہ میرا داؤ ہے اور میری تدبیر میرے خالقوں اور میرے نافرانوں کے ساتھ بڑی ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لِيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفَلِّهْ

اللَّهُ تَعَالَى نَالَمْ كَوْمَلَتْ دِيَاتَ بَيْتَ بَيْرَجَبْ بَكْرَتَ بَيْتَ تَقْبَحَتَانِيْسْ۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبَّكَ إِذَا أَخْذَ الْفَرَّى وَهِيَ ظَلْمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ (11:102)

اسی طرح ہے تیرے رب کی کچڑی بڑی دردناک اور بہت سخت ہے۔

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمِ مُثْقَلُونَ (٤٦)

کیا تو ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے جس کے تاوان سے یہ دبے جاتے ہوں۔

أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ (٤٧)

یا کیا انکے پاس علم غیب ہے جسے وہ لکھتے ہوں۔

فرمایا تو کچھ ان سے اجرت اور بدلتا قومانگتا ہی نہیں، جو ان پر بھاری پڑتا ہوا رجھکے تاوان سے یہ بھکتے جاتے ہوں، نہ انکے پاس کوئی علم غیب ہے جسے یہ لکھ رہے ہوں۔

ان دونوں جملوں کی تفسیر سورہ والطور میں گزر چکی ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے نبی آپ انہیں اللہ عز وجل کی طرف بغیر اجرت اور بغیر مال طلبی کے اور بغیر بد لے کی چاہت کے بلار ہے ہیں، آپ کی عرض سوائے ثواب حاصل کرنے کے اور کوئی نہیں تو اس پر بھی یہ لوگ صرف اپنی جہالت اور سرکشی کی وجہ سے آپ کو جھٹا رہے ہیں۔

حضرت یوسف (مجھلی والے) کا واقع:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ ...

پس تو اپنے رب کے حکم کا صبر سے انتظار کر اور مجھلی والے کی طرح نہ ہو جا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی! اپنی قوم کی ایذا پر اور انکے جھٹانے پر صبر اور سہارا کر وغیرہ رب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہونے والا ہے۔

آخر کار آپ کا اور آپ کے ماتھوں کا ہی غلبہ ہو گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ویکھو تم مجھلی والے نبی کی طرح نہ ہونا۔

اس سے مراد یوسف بن منیٰ علیہ السلام ہیں جب کہ وہ اپنی قوم پر غصبناک ہو کر نگل کھڑے ہوئے پھر جو ہوا سو ہوا۔

یعنی آپ کا جہاز میں سوار ہونا، مجھلی کا آپ کو نگل جانا اور سمندر کی تہہ میں بیٹھ جانا اور اس تہہ پر تہہ انڈھیروں میں اس قدر

نیچے آپ کا سمندر کو اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے سننا اور خود آپ کا بھی پکارنا اور پڑھنا۔

أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنَّكَ لَكُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

پھر آپ کی دعا کا قبول ہونا اور اس سے نجات پانا وغیرہ۔ اس واقع کا مفصل بیان پہلے گزر کا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ (21:88)

ہم اسی طرح ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

فَلَوْلَا أَئُهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ

لِلْبَثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبَعَّثُونَ (37:143,144)

یعنی اگر وہ صحیح نہ کرتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں پڑے رہتے۔

إِذْ نَادَى وَهُوَ مَكْظُومٌ (٤٨)

جب کہ اس نے غمگین کی حالت میں دعا کی۔

یہاں بھی فرمائی ہے کہ جب اس نے غم اور دکھ کی حالت میں ہمیں پکارا۔

لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةً مِّنْ رَبِّهِ لَنْبَذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَدْمُومٌ (٤٩)

اگر اس کے رب کا احسان نہ پایتا تو یقیناً وہ ہر سے حالوں میں خبرز میں میں ڈال دیا جاتا۔

فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ (٥٠)

اسے اسکے رب نے پھر نواز اور اسے نیک کاروں میں کر دیا۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یوس علیہ السلام کی زبان سے تھتھی یا کلمہ عرش پر پہنچا۔ فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس کمزور غیر معروف شخص کی ۲ واژتے ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے یہلکی سنی ہوئی ہو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے اسے پہچانا نہیں؟ فرشتوں نے عرض کیا، نہیں۔

جناب باری نے فرمایا یہ میرے ہندے یوس علیہ السلام کی ۲ واژے ہے۔

فرشتوں نے کہا پروزگار پھر تو تیرابندہ وہ ہے جس کے اعمال صاحب ہر روز آسمان پر چڑھتے رہے جسکی دعا نہیں ہر وقت قبولیت کا درجہ پائی رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھے۔

فرشتوں نے کہا پھر اے ارحم الرحمین انکی ۲ سالیوں کے وقت کے نیک اعمال کی بنا پر انہیں اس تھتھی سے نجات عطا فرمائی۔

چنانچہ ارشاد باری ہوا کہ اے مجھلی تو انہیں اگلے دے اور مجھلی نے انہیں کنارے پر آ کر اگل دیا۔

یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر برگزیدہ بنا لیا اور نیکوکاروں میں کر دیا۔

وَإِن يَكُادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُرْلُفُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ ...

یقیناً ان منکروں کی چاہت ہے کہ اپنی تیز نگاہوں سے تجھے پھسادیں،

آیت کا مطلب یہ ہے کہ تیرے بغش و حسد کی وجہ سے یہ کفار تو اپنی آنکھوں سے گھور گھور کر تجھے پھسادوں بنا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حمایت اور بیان نہ ہوتا تو یقیناً یہ تو ایسا کر گزرتے۔

اس آیت میں دلیل یہ ہے اس امر پر کہ نظر کا لگانا اور اسکی تائیہ کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہونا حق ہے جیسا کہ بہت سی احادیث میں بھی جو کئی کلی سندوں سے مروی ہیں۔

نظر بد کا علاج اور بد شگونی کی نہ مت:

ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ وہ جہاڑ صرف نظر کا اور زہر یلے جانوروں کا اور نہ تھخنے والے خون کا ہے۔ بعض سندوں میں نظر کا لفظ نہیں۔

روایت میں ہے کہ کوئی ذر خوف الوار نظر میں نہیں اور نیک فال سب سے زیادہ سچا فال ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نظر حق ہے وہ بلندی والے کو بھی اتار دیتی ہے۔ مند احمد

چند مفید عملیات:

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور نے فرمایا:

الْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابِقَ الْقَدْرَ سَبَقَتِ الْعَيْنُ وَإِذَا اسْتَغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا

نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر کر جاتی۔ جب تم سے غسل کرایا جائے تو غسل کر لیا کرو۔

عبدالرازاق میں ہے کہ آنحضرت حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؑ و ان الفاظ کے ساتھ پناہ دیتے:

أَعِيدُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَمَّةٍ

تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے بھرپور کلمات کی پناہ میں سونپتا ہوں ہر شیطان سے اور ہر ایک زہر یلے جانور سے اور ہر ایک لگ جانے والی نظر سے۔

اور فرماتے:

هَكَذَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يُعَوَّذُ إِسْحَاقَ وَإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت احشؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو انہی الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیا کرتے تھے۔

یہ حدیث سنن میں اور بخاری میں بھی ہے۔

اہن ماجہ ہے کہ سہل ابن حنفیہ حسل کر رہے تھے عامر بن ربعہ کیتھے گئے کہ میں نے تو آنٹک ایسا پنڈا کسی پر دہنشین کا بھی نہیں دیکھا۔ پس ذرا سی دری میں وہ بیویوں ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے حضور اکرمؐ سے کہا یا رسول اللہ اکی خبر لیجئے یہ تو بے ہوش ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا: کسی پر تمہارا بھٹک بھی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں عامر بن ربعہ پر۔

آپؐ نے فرمایا:

عَلَامٌ يَقُلُّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ؟ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مِنْ أَخِيهِ مَا يُعْجِبُهُ فَلَيَدْعُ لَهُ بِالْبَرَّةِ
تم میں سے کیوں کوئی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی کسی ایسی چیز کو دیکھے کہ اسے بہت اچھی لگے تو اسے جائینے کا اسکے لئے برکت کی دعا کرے۔

پھر یا نی مٹکوا کر عامر سے فرمایا کہ تم وشوکرومن اور کھیوں تک ہاتھ اور گھنٹے اور جبکہ کے اندر کا حصہ جسم دھوڑا لو۔

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ اخضرتؐ جنات کی اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ جب سورہ معاذ تین نازل ہوئیں تو آپؐ نے انہیں لے لیا اور سب کو چھوڑ دیا۔

مند میں ہے کہ حضرت جرجیلؓ حضور اکرمؐ کے پاس آئے اور کہا اے نبی صاحب! کیا آپ بیمار ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔
تو حضرت جرجیلؓ نے کہا:

بِاسْمِ اللَّهِ أَرْقِيلَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ بُؤْذِيلَ،
وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَعَيْنٍ تَشْنِيلَ،
وَاللَّهُ يَشْفِيلَ، بِاسْمِ اللَّهِ أَرْقِيلَ

بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ یقیناً نظر کا لگ جانا برحق ہے۔

مند کی ایک حدیث میں اسکے بعد یوں بھی لکھا ہے کہ اس کا سبب شیطان ہے اور اہن آدم کا حسد ہے۔

مند کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپؐ نے حضور اکرمؐ سے یہ سنا ہے کہ ٹھگوں تین چیزوں میں ہے گھر، گھوڑا اور عورت۔ تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا سب سے اچھا ٹھگون نیک فال ہے اور نظر کا لگنا حق ہے۔

ترمذی میں ہے کہ حضرت امامؐ نے عرض کیا یا رسول اللہ (حضرت) عیاض کے پیچوں کو نظر لگ جایا کرتی ہے تو کیا میں کچھ دم کرا لیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا:

نَعَمْ فَلَوْ كَانَ شَيْءٌ يَسْبِقُ الْقَرَارَ لِسَبَقَتِهِ الْعَيْنُ

ہاں اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کر جانے والی ہوتی تو وہ نظر ہوتی۔

حضرت عائشؓ بھی حضور اکرمؐ کا نظر بد سے دم کرنے کا حکم مردی ہے۔ اہن ماجہ

حضرت عائشہؓ ماتی ہیں کہ نظر لگانے والے کو حکم کیا جاتا تھا کہ وہ وشوکر ہے اور جسکو نظر گئی ہے اسے اس پانی سے پسل کرایا جاتا تھا۔ مسند احمد

ابن عساکر میں ہے کہ جب ریکلِ حضور اکرمؐ کے پاس تشریف لائے۔ آپؐ اس وقت غمزدہ تھے۔ عجب پوچھا تو فرمایا حسن اور حسین کو نظر گئی ہے۔ فرمایا یہ سچائی کے قابل چیز ہے نظر واقعی لگتی ہے۔ آپؐ نے یہ کلمات پڑھ کر انہیں پناہ میں کیوں نہ دیا؟ حضور اکرمؐ نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ فرمایا یوں کہو:

اللَّهُمَّ ذَا السُّلْطَانُ الْعَظِيمُ وَالْمَنِ الْقَدِيمُ ذَا الْوَجْدَ الْكَرِيمُ وَلِي الْكَلْمَاتُ النَّامَاتُ وَالدُّعَوَاتُ
الْمُسْتَحَبَّاتُ عَافَ الْحَسَنُ وَالْحَسِينُ مِنْ أَنْفُسِ الْجِنِّ وَاعْيَنَ الْأَنْسِ

اے اللہ! اے بہت بڑے باوشاہی والے اے زبردست قدیم احسانوں والے اے بزرگ ترجمہ والے اے
پورے کلموں والے اور اے دعاوں کو قبولیت کا درجہ دینے والے تو حسن اور حسین کو تمام جنات کی ہواوں سے اور تمام انسانوں کی آنکھوں سے ایسی پناہ دے۔

حضرت اکرمؐ نے یہ دعا پڑھی اور ہمیں دونوں بچے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپؐ کے سامنے کھلنے کو دئے لگئے تو حضورؐ نے فرمایا:
لوکو! اپنی جانوکو اپنی بیویں کو اور اپنی اولاد کو اسی پناہ کے ساتھ پناہ دیا کرو! اس جیسی اور کوئی پناہ کی دعا انہیں۔

لَمَّا سَمِعُوا الدُّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لِمَجْنُونٌ (۵۱)

یہ جب کبھی قرآن سنتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں یہ تو ضرور دیوانہ ہے۔

ارشاد فرمایا کہ جہاں یہ کافرا پنی خارات بھری نظریں آپؐ پر ڈالتے ہیں وہاں اپنی طعنہ آمیز بان بھی آپؐ پر کھو لتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن لانے میں مجھوں ہے۔

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ (۵۲)

درحقیقت یہ قرآن تو تمام جہان والوں کے لئے سراسر صحیح ہے۔

الله تعالیٰ اسکے جواب میں فرماتا ہے کہ قرآن تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام عالم کے لئے صحیح نامہ ہے۔

